تحریر: محمد دین قاسمی گکھڑ منڈی، بی۔ ایس سی (آنرز)

اسلام یا مغربیت؟

تہذیب مغرب نے جو حیرت انگیز ترقی کی ہے وہ ترقی کہلانے کی اگر مستحق ہے بھی تو اسے "مادیت کی ترقی" کہا جا سکتا ہے "انسانیت کی ترقی" ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ انسانی اور اخلاقی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو فرزندانِ مغرب اپنی وسیع طبعی ترقی کے باوجود ان تمام ذہنی پریشانیوں میں مبتلا ہیں جن سے کبھی اُمم ماضیہ کو سابقہ رہا ہے، موجودہ مادی ترقی نے علم وعقل اور وسیع ذرائع و وسائل کے باوجود، موجودہ انسان کو پہلے سے زیادہ بے اطمینان، پہلے سے زیادہ ظلم و ستم کا شکار، پہلے سے زیادہ حریص و لالچی، پہلے سے زیادہ جبری اور خوں ریز انقلابوں کے سامنے بے بس، پہلے سے زیادہ جرائم میں مبتلا، پہلے سے زیادہ پروپیگنڈے کی آڑ میں جھوٹ بولنے اور پھیلانے کا عادی، پہلے سے زیادہ خانگی سکون اور تہذیبی امن سے محروم اور پہلے سے زیادہ ذہنی آوارگی اور معاشرتی انارکی کی بیماریوں میں مبتلا کر دیا ہے۔ ؎

مجھے تہذیب حاضر نے عطا کی ہے وہ آزادی ٭ کہ ظاہر میں تو آزادی ہے باطن میں گرفتاری

انسانی زندگی کی ڈور کو سلجھانے میں جس طرح انسان ناکام رہا ہے بالکل اسی طرح جدید اور روشن خیال انسان بھی ناکام ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ عقل کو اس کے جائز میدان (طبعیات) سے نکال کر ان وادیوں میں اس سے ہدایت کا خواہاں ہے جن میں خود عقل کو اپنے ناقص ہونے کا اعتراف ہے یہی وجہ ہے کہ اہل مغرب علوم طبعی کی ترقی میں تو عقل کو بے نظیر رہنما پاتے ہیں مگر اخلاقیات اور عمرانیات کے میدان میں وہ اسی عقل کی

بدولت نہ صرف یہ کہ کوئی ترقی نہیں کر پاسکے بلکہ اُلٹا انسانی معاملات کی ڈور مزید اُلجھ کر رہ گئی آج کا انسان اپنے معاشی بگاڑ کو درست کرنے کے لئے کوئی تدبیر اختیار کرتا ہے تو وہی تدبیر اس کے معاشرتی پہلو کا ناسور بن جاتی ہے اگر معاشرتی بگاڑ درست کرنے کی کوشش کرتا ہے تو سیاسی نظام میں رخنے پڑ جاتے ہیں، سیاسی ابتری کی تجویز یا اصلاح تمدن کے کسی دوسرے شعبے میں فساد کا باعث بن جاتی ہے ــــ کیوں ـ؟ محض اس لئے کہ انسانی عقل محسوسات و موجودات میں علوم طبیعی کی بناء پر تو ارتقائی منازل طے کر سکتی ہے مگر بیک وقت حضرت انسان کے جمیع شعبہ ہائے حیات پر حاوی نہیں ہو سکتی اور اس بناء پر انسانی زندگی کے لیے ایک جامع متناسب متوازن اور معتدل نظامِ حیات وضع نہیں کر سکتی، عمرانیات اور اخلاقیات کے دائروں میں عقل سے رہنمائی چاہنا دراصل اُس کے لئے رُسوائی کا سامان فراہم کرنے کے مترادف ہے۔

۵ - اچھا ہے دِل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

یہ ایک ایسا بدیہی امر ہے کہ شب و روز کے واقعات کثیر تعداد میں اس کی تائید کرتے رہتے ہیں مگر حضرت انسان کی بے رُخی اور بے اعتنائی کا یہ عالم ہے کہ انھیں مسلسل نظر انداز کئے جا رہا ہے۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ؁

اور کتنی ہی نشانیاں زمین و آسمان میں ایسی ہیں کہ ان پر سے گزرتے ہوئے لوگ منہ پھیر لیتے ہیں

اور اپنی ہر عقلی تدبیر کو اصلاح احوال کا تیر بہدف نسخہ قرار دئے جا رہے ہیں ؁

وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ؁

اور وہ یہ خیال کر رہے ہیں کہ ہم انتہائی اچھا کارنامہ سرانجام دے رہے ہیں ؁

ذیل میں ہم مغربی معاشرت کے بگاڑ کی اصلاح کی صرف ایک مثال واضح کرتے ہیں

جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ خالق کائنات کی ہدایت سے مُنہ موڑ کر جب انسان خود اپنے بتِ خواہش کی پیروی کرتا ہے تو کس طرح اس کی آنکھوں اور کانوں پر پردہ اور قلب پر مہر ثبت ہو جاتی ہے۔ اور اس کی ہر تدبیرِ اصلاح اسی کے پاؤں کی زنجیر بنتی چلی جاتی ہے اور وہ اپنے روایتی علم کے باوجود ضلالت میں بعید سے بعید تر ہوتا چلا جاتا ہے

اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ۭ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ

کیا تو نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو اپنے بتِ خواہش کا پرستار ہے اور علم کے ہوتے ہوئے خدا نے اسے گمراہ کر دیا اس نے دل اور کانوں پر مہر جڑ دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، اب کون اسے اللہ کے بعد ہدایت بخشے گا؟ پھر کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے؟

مغرب میں عورت سے چراغِ خانہ کی حیثیت سلب کر کے جب اسے شمعِ محفل بنایا گیا تو مرد وزن کے اس آزادانہ اختلاط نے جدید تہذیب کے دل دادہ افراد کو مقامِ انسانیت سے گرا کر حیوانیت سے بھی بدتر قعرِ مذلت میں گرا دیا، کارخانوں، دفتروں، پارکوں، کلبوں، تفریح گاہوں، بازاروں اور گلیوں میں ہر فرد کا اپنے صنفِ مخالف کی طرف بے دانہ وار میلان،، ان کی جنسی بے راہروی کا شدید سبب بنتا چلا گیا اور وہ اپنے صنفِ مقابل سے بلاتمیزِ احترامِ آدمیت یوں لطف اندوز ہونے لگے جیسے جانور ہوتے ہیں، ذہن پر حیوانیت اور التذاذ کا بھوت یوں سوار ہو گیا کہ ہر مرد ہر عورت سے متمتع ہونے کو "حریتِ فرد" تصور کرنے لگا۔ "حریتِ فرد" کی اس "دولت" نے انہیں یہ فلسفہ دیا کہ جس طرح ہر گدھا ہر گدھی کے لیے اور ہر کتا ہر کتیا کے لیے پیدا کیا گیا ہے اسی طرح ہر مرد ہر عورت کے لیے پیدا ہوا ہے، یہاں پہنچ کر جدید انسان، حیوانیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے بلکہ اس سے بھی بدتر (اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ اس سے بھی گمراہ تر) تہذیب کا یہ فلسفہ بالآخر عوام کے دلوں میں صنفِ نازک سے لُطف اندوز ہونے کے لیے نہ بجھنے والی آگ بھڑکاتا رہا اور موجودہ انسان کا اب یہ حال ہے کہ اپنی حرصِ شہوت کی تسکین

کے لئے زندگی کا ہر شعبہ اور زمین کا ہر گوشہ اس کے لئے شکارگاہ کی حیثیت رکھتا ہے آج مغربی معاشرے میں نہ صرف توقیرِ نسواں نہیں ہے بلکہ احترامِ آدمیت ہی مفقود ہے آج کا "تہذیب یافتہ" اور "روشن خیال" انسان اپنی قومی بہنوں پر شکار کی طرح جھپٹتا ہے اور عورتوں کے لئے بسا اوقات اپنی جان تک بچانی مشکل ہو جاتی ہے مغربی تہذیب کا یہ تناور درخت آج اپنے ماننے والوں کے لئے کیا برگ و بار لا رہا ہے — ؟ اس کا ہلکا سا اندازہ کرنے کے لئے "اخبارِ خواتین" ۷ - ۱۳ - اگست ۱۹۷۱ء صفحہ ۲۰، ۲۱ کا مطالعہ کیجیے۔

" عورتوں سے چھیڑ چھاڑ اور انھیں پریشان کرنے کا مرض کسی چھوت کی بیماری کی مانند بڑی تیزی سے تمام دنیا میں پھیلتا جا رہا ہے یورپ اور امریکہ کے بیشتر ممالک غنڈوں کے اس بڑھتے ہوئے رجحان سے بری طرح پریشان ہیں، اور اس مسئلہ سے نپٹنے کی سوچ رہے ہیں اسی سلسلے میں وہ جارحانہ سائنسی ایجادات کو بھی بروئے کار لانے کی سوچ رہے ہیں۔

• امریکہ میں خواتین کو پریشان کرنے کی بیماری اس قدر سرایت کر گئی ہے کہ نیویارک اور شکاگو جیسے شہروں میں اندھیرا پھیل جانے کے بعد کوئی عورت گھر سے باہر قدم نکالنے کی جرأت نہیں کر سکتی۔

انگلستان، فرانس اور جرمنی وغیرہ میں بھی یہی کیفیت ہے یہ شرمناک رجحان بڑی تیزی سے پرورش پا رہا ہے، جرمنی میں جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق ۱۹۶۹ء میں کوئی ۷۷۶۶ مرد حضرات، راستوں پر خواتین کو چھیڑنے، بے ہودہ فقرے کسنے، پرس یا ہینڈ بیگ اچک لینے کے جرم میں گرفتار کئے گئے۔

میونخ کی پولیس نے بڑے افسوس کے ساتھ بتایا کہ ۷۰ - ۱۹۶۹ء کے دوران سڑکوں اور شاہراہوں کی ان گھناؤنی حرکات میں ۲۴ فیصد اضافہ ہوا ہے۔

نیویارک کی پولیس کے اعداد و شمار کے مطابق ہر آٹھ گھنٹے بعد کسی لوٹ مار، چھیڑ چھاڑ یا کسی خاتون کی بے حرمتی کا واقعہ ضرور پیش آتا ہے اور اکثر ان واقعات

کا افسوسناک پہلو یہ ہوتا ہے کہ اخلاق اور ناموس کے راہزن اپنے شکار کو موت کے گھاٹ اُتار دیتے ہیں،

پیرس کی پولیس خواتین کو بار بار ہدایت کر رہی ہے کہ وہ "جوڈو" سیکھیں پولیس کا اصرار ہے کہ پیرس کی خواتین جلد از جلد "جوڈو" سیکھیں کیونکہ پولیس کے لیے یہ ناممکن ہے کہ وہ ان کی مدد کے لئے ہر جگہ اور ہر موقعہ پر موجود رہے"

" اخبار خواتین "

ہمارے قارئین شاید نہ جانتے ہوں کہ "جوڈو" کیا چیز ہے یہ دراصل مدافعت کرنے کے لیے ایک ایسا کشتی نما کھیل ہے جس میں حملہ آور کو دھوکہ دہی سے چت گرا کر یا اس سے نظریں بچا کر آدمی بآسانی کھسک جاتا ہے، یہ ہے وہ "دانشورانہ حل" جو مغربی معاشرت کے اس مسئلے کے لیے تلاش کیا گیا ہے، اب ذرا "اخبار خواتین" کا مذکورہ مضمون مزید پڑھیے۔

"جرمنی کا ہفت روزہ "جیبین" لکھتا ہے جو خواتین جوڈو کے فن سے واقف ہیں وہ بڑے اطمینان سے تمام راستوں سے گزر سکتی ہیں البتہ جو اس فن سے ناواقف ہیں انھیں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے انہیں چاہیئے کہ وہ جلد از جلد جوڈو سیکھیں، جو خواتین "جوڈو" نہیں سیکھ سکتیں انھیں چاہیئے کہ وہ اپنے دفاع کے لئے دوسرے وسائل اختیار کریں۔

یہ دوسرے وسائل کیا ہیں؟ جن سے یورپ کے "متمدن" "روشن دماغ" "روشن خیال" اور "معقولیت پسند" حضرات اپنے اس معاشرتی مسئلے کا حل تلاش کر رہے ہیں، اسی مضمون میں ملاحظہ فرمائیے۔

یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ دفاع کے لئے صرف جوڈو ہی ایک فن ہے آج کی متمدن اور ترقی یافتہ دنیا بہت سے دوسرے ایسے دفاعی وسائل پیدا کر دیئے ہیں جو بہت ارزاں سادہ اور موثر ہیں انھیں ہر وقت اپنے ساتھ رکھا جا سکتا ہے اور بڑی آسانی سے استعمال کیا جا سکتا ہے ان وسائل میں ایک چھوٹی جیبی الارم مشین، برقی دفاعی عصا، اشک آور گیس سپریئر (SPRAYER) اور گیس خارج کرنے والا ریوالور شامل ہیں ان سب میں خواتین کے لئے سب سے بہتر ہتھیار اشک آور گیس اسپریئر ہے

اس کے ذریعے کسی بھی شخص کو سیکنڈوں میں چیت گرایا جا سکتا ہے بالکل اسی طرح جس طرح ماہر شطرنج باز ایک ہی چال میں مخالف کو مات کر دیتا ہے ان کی بہت سی اقسام یورپ اور امریکہ میں رائج ہیں صرف جرمنی میں کوئی دس قسم کے سپریئرز (SPRAYERS) استعمال ہو رہے ہیں ان کی قیمت دس سے اڑتیس روپے تک ہے۔

میونخ یونیورسٹی کے شعبہ ادویات کے ڈاکٹر وگر کہتے ہیں یہ اشک آور گیس سپریئر دوسرے وسائل کے مقابلہ میں کئی خصوصیات رکھتا ہے، بجلی کی مانند اثر کرتا ہے اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا خواتین کو دوسروں کی دست درازی سے محفوظ رکھتا ہے قیمت بھی کم ہے دو میٹر کے فاصلے تک گیس پھینک سکتا ہے بٹن دبلتے ہی گیس کی بوچھاڑ شروع ہو جاتی ہے چہرے پر گیس پڑتے ہی جلن ہونے لگتی ہے اندھیرا چھا جاتا ہے اور آنسو بری طرح بہنے لگتے ہیں دشمن مجبور ہو جاتا ہے کہ آنکھوں کو بکپڑ کر بیٹھ جائے یا آنکھیں بند کئے بھاگ کھڑا ہو"—— "اخبار خواتین"

پھر "حریت فرد" اور "احترام آدمیت" کی علمبردار تہذیب ہے یہ کیونکر ممکن تھا کہ وہ ایسے فرد کو جو خواتین کی عصمت سے کھیلنے کی "ہلکی پھلکی تفریح" سے "دل بہلا دا" کرتا ہے کوئی ایسی سزا دے ڈالے جس سے "حریتِ فرد" اور "احترامِ آدمیت" ایک بے معنی چیز بن کر رہ جائے چنانچہ اگر اس مجرم کو آنکھیں پکڑ کر بیٹھنا ہی پڑا ہے تو تہذیب فرنگ نے اس کی "شخصی آزادی" کی لاج رکھتے ہوئے فوراً کہہ دیا ہے کہ :۔

"اگرچہ یہ آنکھوں کی تاریکی اور جلن دو گھنٹے تک برقرار رہتی ہے مگر اس سے آنکھوں کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچتا البتہ دو دن تک سر میں درد رہتا ہے"

(اخبار خواتین کا مذکورہ مضمون)

آج کی "متمدن" اور "ترقی یافتہ" دنیا نے اسی مسئلے کے حل کے لیے جو دوسرے وسائل اختیار کئے ہیں ان کی بھی تفصیل ملاحظہ فرمایئے :۔

"ایک برقی عصا ۳۰ سم لمبا ہوتا ہے اور عورتوں کی چھتری سے ملتا جلتا ہے اس سے مخالف پر چوٹ لگائی جاتی ہے عصا جسم سے چھوتے ہی سر سے پاؤں تک بجلی دوڑنے لگتی ہے"

"گیس خارج کرنے والا ریوالور بھی بڑا مؤثر ہتھیار ہے"
"ایک دوسری قسم کا پستول بھی یورپی خواتین میں رائج ہے پستول ایک دھماکے کے ساتھ گیس خارج کرتا ہے"

"جرمنی اور امریکہ کا خیال ہے کہ ریوالور کے بعد جیبی الارم مشین بہترین دفاعی ہتھیار ہے سوئچ دباتے ہی کسی موٹر کے ہارن کی طرح آواز دینے لگتا ہے دس منٹ تک مسلسل شور کرنے اور حملہ آور کو بُری طرح پریشان کر دینے والا یہ آلہ ۲۳ روپے میں یورپ کے بازاروں میں عام بکتا ہے۔

انگلستان کی پولیس نے اس آلے کو صحیح طور پر استعمال کرنے کے لئے خواتین کو کچھ ہدایات دی ہیں خواتین کو چاہیے کہ جب کوئی ذہنی مریض ان پر حملہ آور ہو تو وہ جیبی الارم کا سوئچ دبا کر ذرا فاصلے پر پھینک دیں، اس سے حملہ آور کی دست درازی میں کمی آجاتی ہے وہ فوراً دوڑ کر الارم بند کرنے کی کوشش کرتا ہے اسی عرصہ میں موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ راہِ فرار اختیار کر سکتی ہیں یا آپ کی مدد کو کوئی پہنچ سکتا ہے ——— "اخبار خواتین"

یہ ہیں وہ "دانشورانہ تجاویز اور ذرائع و وسائل" جو یورپ کی "متمدن" اور "ترقی یافتہ" دُنیا کے ان ماہرین عمرانیات نے پیش کی ہیں جو "روشن خیال" "جدت پسند" اور "معقولیت پسند" ہونے کے سب سے بڑے دعوے دار ہیں، جنھیں اپنے علم و کمال کی ترقی پر اس قدر ناز ہے کہ وہ مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً کی صدائیں بلند کر رہے ہیں جنھیں اپنی قومی تربیت پر فخر ہے جو اپنی رعایا کی مکمل طور پر تہذیب نفس کر چکے ہیں جو اپنے سوا تمام دُنیا کو "رجعت پسندی" کا طعنہ دیتے ہیں۔ لیکن ہماری قوم کی مغربی تہذیب سے مرعوبیت کا یہ عالم ہے کہ وہ ملپٹ کر اہل مغرب سے یہ تک نہیں پوچھ سکتے کہ :-

"آپ کی عورتوں سے کہیں زیادہ "جوڈو" کے فن میں مہارت اگر مردوں نے حاصل کر لی تو پھر اس "دانش ورانہ اقدام" کا کیا انجام ہوگا-؟ اور اگر ان سائنسی آلات کو بے ضرر بنانے کے لئے یا ان کا توڑ پیدا کرنے کے لیے آپ کے معاشرے میں مزید سائنسی آلات ایجاد ہو گئے تو ان "دانشورانہ تجاویز" میں کیا وزن رہ جائے گا!"

لیکن امت مسلمہ کی تنقیدی قویٰ اس قدر مضمحل بلکہ مرعوب ہو چکی ہیں کہ وُہ تہذیب حاضر کو نقد صحیح کی کسوٹی پر پرکھنے کی نہ صرف یہ کہ جرأت نہیں کرتی بلکہ الٹا ان "دانشورانہ تجاویز" کو اپنے معاشرتی بگاڑ کا تیر بہدف نسخہ سمجھتے ہوئے اس پر عمل پیرا بھی ہونا چاہتی ہے، چنانچہ زیرِ تنقید مضمون کے محرر جن کا تعلق صنفِ نازک سے پاکستان کی صُورتِ حال پر یوں رقم طراز ہیں :—

"خود ہمارے ملک پاکستان کے بڑے بڑے شہروں کی حالت کچھ اچھی نہیں، ہمارے قومی اخبارات ہماری اخلاقی دیوالیے پن اور ذہنی کجروی کی داستانیں بڑی بڑی سُرخیوں میں ہر روز سُناتے ہیں کراچی کے بعض علاقے غنڈوں کی شکارگاہ کی حیثیت سے کافی مشہور ہیں (ہاکس بے کا سانحہ اس کی تصدیق کر چکا ہے۔ قاسمی) شام ہوتے ہی ان ذہنی اور اخلاقی مریضوں کے سائے بڑی بڑی عمارتوں کے در و بام پر اس طرح لہرانے لگتے ہیں جیسے کوئی بھوت آشام اپنے شکار کو نکلا ہو" "اخبارِ خواتین"

اس کے بعد محترمہ مضمون نگار صاحبہ آخر میں پھر اس صُورتِ حال کا ذکر کر کے اصلاح کے لئے قارئین کو "اپنے دانشورانہ وعظ کی خوراک" پیش کرتی ہیں۔

"بڑھتی ہُوئی اخلاقی پستی اور ذہنی کجروی نے ہمارے معاشرے کو کھوکھلا کر کے رکھ دیا ہے، بین الاقوامی سطح پر حاصل کئے گئے اعداد و شمار بڑے دِل ہلا دینے والے ہیں جرائم میں بے پناہ اضافہ ہو رہا ہے اور غیر اخلاقی بیماریاں ایک ملک سے اُڑ کر دُوسرے ملک تک پہنچنے لگی ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ یہاں بھی خواتین کی حُرمت اور عفت کی آزادی کے لئے مذکورہ بالا نوع کے آلات متعارف کرائے جائیں —— "اخبارِ خواتین"

یہ ہے وُہ اندازِ فکر اور زاویۂ نگاہ —— جو تہذیبِ مغرب نے پیش کیا ہے اور اب اسے ان ترقی پسندوں نے بھی اپنا لیا ہے جو بدقسمتی سے مسلم گھرانوں میں اپنی مرضی کے خلاف پیدا ہو گئے ہیں۔

آج ہمارے علمی افلاس کا یہ عالم ہے کہ ہمیں یہ احساس تک نہیں ہے کہ ہمارے پاس حیات

انسانی کی انفرادی اور اجتماعی بیماریوں کے لئے اک نسخہ کیمیا بھی موجود ہے جس میں ہر گمراہی کجروی اور ضلالت کا تیر بہدف علاج موجود ہے۔

امت مسلمہ کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ یہی معاشرتی بگاڑ کا مسئلہ مسلم سوسائٹی کو بھی آج سے چودہ صدیاں قبل پیش آیا تھا مسلم سماج کے قائد نے —— جو خود امی تھا جس نے کسی عمرانی فلسفے کا مطالعہ نہیں کیا تھا۔ جو کسی یونیورسٹی اور کالج میں حصول علم کے لئے نہیں گیا تھا جس نے کسی تہذیب کا فلسفیانہ مطالعہ تو درکنار مشاہدہ تک نہیں کیا تھا، سماجی اصلاح کے لئے ایک پانچ نکاتی سکیم نافذ کی جس کی رو سے۔۔۔۔

ا—— عورت اور مرد کے دائرہ کار کو متعین کر دیا گیا عورت کا دائرہ گھر کی چاردیواری قرار پایا، اور مرد کو بیرون خانہ مشاغل کی ادائیگی کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا۔

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ

اور (اے مومن خواتین) تم اپنے گھروں قرار سے بیٹھی رہو اور جاہلیت کے سے بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرو:

اس طرح عورت کو شمع محفل بننے کے بجائے چراغ خانہ بننے کی پُرزور ترغیب دی گئی۔

۲—— احترام آدمیت کا نقش دلوں پر بٹھانے کے لئے سماج میں منظم طور پر تعلیم و تربیت اور تزکیہ نفسی کا پروگرام نافذ کیا گیا جس کی رو سے افراد معاشرہ کو انفرادی اور اجتماعی برائیوں سے پاک کیا گیا اور ان میں انفرادی اور اجتماعی بھلائیوں کی نشوونما کی گئی برائیوں سے از خود مجتنب رہنے کے لئے افراد کے وجدان میں قوت، ضمیر میں زور، قلب میں طاقتور منافرت پیدا کی گئی، اجتماعی طور پر معاشرے میں زور آور قوت محاسبہ پیدا کی گئی۔ نیز اسلامی سوسائٹی میں ستر اور حجاب کے حدود مقرر کئے گئے۔

۳—— بُرائی کی طرف دعوت دینے والے تمام محرکات کا ستباب کیا گیا فحاشی اور عریانی کی نشر و اشاعت پر پابندی عائد کی گئی۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

ان لوگوں کیلئے دردناک عذاب ہے جو یہ چاہتے ہیں کہ اسلامی معاشرے میں فحاشی

اور عریانی کا فروغ ہو!

اسی بنیاد پر قحبہ گری کا مکمل انسداد کیا گیا، ضرورت کے مطابق عورتوں کو گھر سے نکلنے کی جو اجازت بخشی گئی وہ بھی مشروط تھی، عورت کا بلند آواز سے بولنا، زیور کی جھنکار پیدا کرنا، بناؤ سنگھار اور زینت کی نمائش کرنا، تیز خوشبو لگانا، غیر محرم کے بغیر آزادانہ چلنا پھرنا، باریک لباس زیب تن کرنا وغیرہ ممنوع قرار پایا، نیز مرد اور عورت دونوں کو غض بصر کا حکم دیا گیا۔

۴۔ غض بصر کے علاوہ خواتین کو یہ حکم بھی دیا گیا کہ وہ باہر نکلتے وقت پابند حجاب ہو کر چلیں تاکہ بد چلن عورتوں سے وہ متمیز ہو سکیں اور نتیجتاً اوباشوں کی اذیت سے محفوظ رہیں۔

یَا أَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِینَ یُدْنِینَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیبِھِنَّ ذٰلِكَ أَدْنٰی أَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ

اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمانوں کی تمام خواتین سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی چادروں سے اپنے چہروں پر گھونگھٹ ڈال لیا کریں تاکہ وہ پہچان لی جائیں (کہ وہ شریف عورتیں ہیں) پھر وہ اذیت سے محفوظ رہیں۔

۵ —— ان حدود سے متجاوز ہونے والے افراد کے لیے ایک تعزیری نظام نافذ کیا گیا، جس کی رو سے زنا کے مرتکبین اور بے جا تہمت زنا لگانے والوں کو سزائیں دی گئیں، چنانچہ کنوارے زانی کے لیے سو کوڑے اور شادی شدہ کے لیے رجم کی سزا دی گئی، قاذف کیلئے اسی کوڑوں کی سزا قرار پائی۔

یہ تھی وہ پانچ نکاتی سکیم جس کے نفاذ کے بعد اس سوسائٹی میں، جس میں کبھی ظلمت و وحشت کا دور دورہ تھا ایسا پائیدار امن پیدا ہو گیا کہ دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے دیکھنے والوں نے دیکھا کہ ایک عورت سونے کے زیورات سے لدی ہوئی حیرہ سے مکے تک کا سفر کرتی ہے اور راستے میں خدا کے سوا کسی کا خوف خطرہ اور ڈر نہیں ہے، توقیر نسواں کا نقش اس قدر دلوں پر بیٹھ گیا کہ وہ افراد جن کی پیشانیاں اپنی معصوم بیٹیوں کو زندہ در گور کرنے پر عرق آلود نہیں ہوتی تھیں اب وہ سکرات موت میں اپنی ہی نہیں بلکہ غیروں کی بیٹیوں کے سروں پر دست

شفقت رکھ کر ان کے سرپرستوں کو خیر اندیشی کی وصیت کرتے تھے۔ جرائم کی کمی کا یہ حال تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک مرتبہ کوفہ کے چیف جج حضرت سلمان بن ربیعہ باہلی اپنی عدالت میں چالیس دن تک ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے صرف اسی لئے کہ اس دوران کوئی مقدمہ فیصلے کے لئے ان کے پاس سرے سے آیا ہی نہیں اس سے بھی عجیب تر واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ کے قاضی تھے پورا ایک سال ایسا گزر گیا کہ کوئی بھی مقدمہ ان کے پاس فیصلہ کے لئے پیش نہ ہوا۔

ہم یہ بات دعوے سے کہتے ہیں اور ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ انسانی مصائب کا واحد علاج آج بھی ان اصولوں میں مضمر ہے جنھیں آج سے چودہ سو سال قبل فاران کی چوٹیوں سے نمودار ہونے والے دُرِ یتیم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرماتے تھے، ان اصولوں سے منہ موڑ کر ہم تا قیام قیامت، اپنے سماج کو امن وامان کی روشنی سے منوّر نہیں کر سکتے، آج بھی ظلمت کدہ دہر کو صرف وہی قندیل اُجالا عطا کر سکتی ہے۔ جس کی روشنی سے ہم نے برسوں سے خود کو محروم کر رکھا

؎ جنھیں حقیر سمجھ کر بُجھا دیا تُو نے ——— وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی

بقیہ مرزائیل ——— صفحہ ۸ سے آگے

اس اقتباس سے قادیانی عزائم ظاہر ہیں، خدا پاکستان کو اسلام دشمن اور استعمار پرست طاقتوں کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھے۔ جو جماعت شروع ہی سے پاکستان کی مخالف تھی اسے اسلامی مملکت سے زیادہ اپنے مفادات سے ہی دلچسپی ہو سکتی ہے مسلمانوں پر ایک ایسا وقت آن پڑا ہے جس سے قادیانی پورا پورا فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں اور اکھنڈ بھارت اور مرزائیل کا خواب پورا کرنا چاہتے ہیں ۔